بسم اللہ الرحمن الرحیم

اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا

حضرت علیؑ کے علمی کارنامے اپنے اور بیگانوں کی نظر میں

دنیا کی قوموں میں صرف عرب ہی ایک ایسی قوم ہے جو فصاحت و بلاغت اور طلاقت و خطابت میں کسی کو اپنے برابر نہیں سمجھتی اس لئے وہ اپنے کو عرب یعنی فصاحت سے کلام کرنے والے اور دوسری قوموں کو عجم یعنی گونگا کہتی تھی۔ تمام عرب میں شیریں زبانی اور طلاقت لسانی کے لحاظ سے قریش افصح العرب تھے اسی لئے تمام قبائل عرب نے قریش سے عربی زبان حاصل کی۔

(کتاب الزہرنی علوم اللغۃ جز اوّل طبع مصر ۱۲۸۲ھ)

قریش کے سرتاج فصحاً، ادباً، خطباً، بلغاً قصی ہاشم عبدالمطلب اور ابوطالب تھے ان میں بنی ہاشم اپنی آپ مثال تھے۔ جناب عبدالمطلب اور ابوطالب کے خطبات و اشعار جو فصاحت و بلاغت کی روح تھے آج تک کتابوں میں محفوظ ہیں۔ بنی ہاشم میں عبدالمطلب کی اولاد سے زیادہ فصیح و بلیغ کوئی اور نہ گذرا اسی آسمان فصاحت و بلاغت و خطابت کے آفتاب افصح الخلق علی الاطلاق رسالت مآبؐ اور حضرت علیؑ تھے۔

آنحضرتؐ کے متعلق علمائے ادب لکھتے ہیں کہ فصاحت قول اور بلاغت لسان کے اعتبار سے افضل ترین مقام پر فائز تھے۔ آپ کی سلاست طبع اور بے نظیر و مافوق الطاقت اقتدار، فصیح ترین و مختصر جملے اور بلیغ ترین و مختصر کلمات آپ کی خصوصیات تھیں آپ جوامع الکلم اور بدائع الحکم کے ساتھ مخصوص تھے آپ دنیا کی تمام زبانوں سے واقف تھے۔ ہر قوم و قبیلہ کے آدمی سے اسی کی زبان میں اس طرح کلام فرماتے تھے کہ آپ سب سے زیادہ بلیغ تھے (المجمل فی تاریخ العرب العربی ص۲۷ مصر)

تاریخ الادب کے صفحہ ۱۰۱ اور ۱۸۶ پر عہد حاضر کے مشہور مورخ الاستاذ احمد حسین الزیات لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کے بعد سلف و خلف میں گفتگو و کلام اور تقریر و خطابت میں حضرت علی علیہ السلام سے زیادہ فصیح تر ہم نے کسی کو نہ پایا۔ آپ ایسے حکیم و فلسفی تھے کہ آپ کے بیان سے حکمت کے چشمے جاری ہوتے اور آپ کی زبان سے خطابت کے دریا ابلتے تھے۔ آپ ایسے واعظ تھے کہ سامعین کے قلب و دماغ کو اپنے وعظ سے مسحور کر دیتے تھے۔ آپ کے مکاتیب و رسائل دلائل کی بے پناہ گہرائیوں پر مشتمل ہوتے تھے۔ حضرت کے وہ خطبے جن میں آپ نے لوگوں کو جہاد کے لئے برانگیختہ کیا، اور وہ رسائل جو معاویہ کے نام تحریر فرمائے اور وہ خطبے جن میں طاؤس چمگادڑ اور دنیا کے اوصاف بیان فرمائے اور وہ فرمان جو مالک اشتر کا موسومہ ہے، سب بدائع عقل بشری

اور معجزات زبان عربی میں شمار کئے جاتے ہیں۔ آپ کے چند خطبوں کے متعلق جو آئندہ صفحات پر مرقوم ہیں علمائے عظام لکھتے ہیں کہ یہ سب اسرار ہی اسرار پر مشتمل ہیں جن کی معنی کی معرفت سوائے علمائے راسخ کے کوئی نہیں رکھتا۔

حضرت علیؑ کی علمیت

علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ نے فرمایا علیؑ عَیْبَۃُ عِلْمِیْ یعنی علی میرے علوم کے ظرف ہیں۔ عیبہ اس ظرف کو کہتے ہیں جس میں انسان نفیس اور عمدہ چیزوں کو محفوظ رکھتا ہے آنحضرتؐ فرماتے ہیں کہ علی میرے کلام و اسرار کے سمجھنے والے میرے رازدار اور میرے نفائس علوم کے معدن ہیں۔ ابن درید لکھتے ہیں کہ آنحضرتؐ کا یہ ایسا بلیغ کلام ہے کہ اس سے پہلے کسی نے بھی اس مطلب کو اس طرح ادا نہ کیا تھا حضرت علیؑ کی یہ ایسی بلند مدح ہے جس کی وجہ سے دشمنوں کے قلوب بھی آپ کی عظمت کے مقر ہو گئے۔ (فیض القدیر از حافظ مناوی جلد ۴ صفحہ ۳۰۶)

علم الکلام

عالم اسلام میں حکمت و فلسفہ کے سب سے پہلے معلم حضرت علیؑ ہی ہیں آپ ہی سے متکلمین نے علم کلام سیکھا۔ علامہ ابن الحدید لکھتے ہیں کہ حکمت و فلسفہ اور مسائل الٰہیات پر بحث و نظر کرنا نہ ہی عربوں کا فن تھا اور نہ اس موضوع پر ان کے بزرگوں نے کچھ لکھا تھا۔ یہ علم یونانیوں اور اوائل حکما سے مخصوص تھا۔ عربوں میں جس نے سب سے پہلے حکمت و فلسفہ میں موشگافی کی وہ حضرت علیؑ ہی ہیں توحید و عدل کے دقیق مسائل کی تفہیم و تسہیل آپ ہی کے بساط کلام اور خطبوں سے ہوئی۔ صحابہ و تابعین کے کلام میں اس موضوع پر نہ ہی ایک کلمہ ملتا ہے اور نہ ان کے کلام میں اس کا تصور ہی پایا جاتا ہے اگر وہ اس کو کچھ سمجھے بھی تھے تو کسی کو سمجھانے کے قابل نہ تھے۔ (شرح ابن الحدید ج ۲ صفحہ ۱۲۸ مصر)

علامہ جاحظ جیسا ناقد بصیر اپنی ایک تالیف "فضل ہاشم علی عبد شمس" میں حضرت علیؑ کی ایک خصوصیت و امتیاز کو تحریر کرتا ہے کہ فقہ، تنزیل و تاویل قرآن کا علم مستحکم دلائل فصاحت و طلاقت لسانی و طولانی خطبوں کے ارشاد کرنے میں حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے مقابلہ پر دنیا کسی کو پیش نہیں کر سکتی۔

علم نحو

حضرت کے خطبوں اور تقریروں سے عربوں میں علمی بیداری پیدا ہوئی آپ ہی نے سب سے پہلے علم نحو اور قواعد تیار کی۔ اس کے اصول و قواعد اپنے مشہور شاگرد ابو الاسود الدائلی کو سمجھائے اور ایک مستقل کتاب تیار کروائی۔

(ملاحظہ ہوں محاضرات راغب اصفہانی اصابہ ابن حجر عسقلانی۔ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۷ منہاج نہج البلاغہ)

عربی قواعد کی ایجاد سے حضرت علیؑ نے عربی زبان کو حیات جاوداں بخش دی۔ حضرت نے عربی زبان میں نہ صرف بہت سے الفاظ و کلمات تراکیب محاورات ضرب الامثال کا اضافہ فرمایا بلکہ بہت سے غیر زبان کے الفاظ بھی عربی میں شامل فرمائے، جیسا کہ قرآن مجید میں بھی غیر عربی الفاظ طور، ربانیون، صراط، قسطاس، فردوس، مشکاۃ، سجل، تنور، سراب وغیرہ استعمال ہوئے ہیں۔

حافظ ابو نعیم حلیۃ الاولیاء، جلد اول صفحہ ۶۵ پر لکھتے ہیں کہ قرآن سات حروف پر نازل ہوا۔ ہر حرف ظاہر و باطن پر مشتمل ہے، یہ صرف حضرت علیؑ کی ذات تھی کہ جو تمام علوم ظاہر و باطن سے واقف تھی۔

جب معاویہ کو حضرت علیؑ کی شہادت کی خبر ملی تو کہہ دیا کہ ابو طالب کے فرزند کی موت سے علم و فقہ کا خاتمہ ہو گیا۔

(استیعاب ابن عبد البر ج ۳ ص ۴۵)

خلفاء کی مدد

یہ علیؑ ہی ہیں جنہوں نے تمام مشکلات میں خلفاء کی مشکل کشائی کی۔ چنانچہ خلیفہ دوم نے بہتر فیصلوں میں لولا علی لہلک عمر کہا و نیز حضرت عمر و حضرت عثمان نے کئی مشکلات کے حل کئے جانے پر کہا کہ خدا ہمیں اس روز کے لئے زندہ نہ رکھے جب علیؑ ہماری مشکل کشائی کے لئے نہ ہوں۔ (ریاض النضرہ ج ۲ ص ۱۹۶)

تعلیم و ہدایت

کوفہ کو دارالحکومت بنانے کے بعد یہ حضرت علیؑ ہی کی تعلیمات کا نتیجہ تھا کہ اولین فقہا متکلمین و فلاسفہ اور اسلامی مفکرین کی یہاں سے نشو و نما ہوئی جنہوں نے علوم فلسفہ، طبعیات، کیمیا، حساب، ہیئت، وغیرہ کے مسائل پر روشنی ڈال کر دنیائے اسلام کے تمام بڑے بڑے شہروں میں علوم و فنون کو پہونچایا کوفہ ہی سے مدرسوں اور تعلیم گاہوں کا رواج ہوا جہاں ظلمت کدہ یورپ کے تشنگان علوم سیراب ہونے آتے تھے۔ علامہ ابن الحدید شرح نہج البلاغہ کے صفحہ ۶ پر لکھتے ہیں کہ اولین مفکرین اسلام جنہوں نے علوم الٰہیات پر بحث کی اور توحید و عدل، جبر و اختیار اور قضاء و قدر کے مسائل حل کئے وہ سب حضرت علیؑ ہی کے شاگرد تھے۔ (شرح ابن الحدید ج ۱ ص ۶)

حارث ہمدانی نے فقہ و فرائض اور علم حساب میں کمال حاصل کیا تھا جن سے دوسرے فقہا نے اخذ کیا۔ (حلیۃ الاولیا جلد ۴ ذیل المذیل)

حضرت علیؑ نہ صرف علوم شریعت کے استاد تھے بلکہ علم طریقت، معرفت و حقیقت کے بھی استاد اعلیٰ تھے۔ طریقت کے تمام سلسلے آپ ہی پر منتہی ہوتے ہیں جس کا اعتراف شبلی، جنید، سری سقطی، ابویزید بسطامی، معروف کرخی اور دیگر تمام علمائے طریقت نے کیا۔

(شرح ابن الحدید ج ۱ طبع مصر)

حضرت امیرالمومنینؑ کی یہ خصوصیت تھی کہ تعلیم و رشد و ہدایت کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں آمادہ رہتے تھے۔ تعلیم و ہدایت کے لئے کوئی وقت مخصوص نہ تھا۔ منبر تو تعلیم و ہدایت کے لئے مخصوص ہی تھا مگر اس کے علاوہ بھی حضرت روز و شب سفر و حضر میں ہر موقع پر تشنگان علوم کو سیراب فرماتے رہتے تھے۔ انتہا ہو گئی کہ جنگ جمل کے موقع پر جبکہ میدان کارزار گرم تھا دفعتاً ایک اعرابی نے حضرت کے قریب آکر سوال کیا یا امیرالمومنین اتقول ان اللہ واحد" یعنی اے امیرالمومنینؑ کیا آپ بتلائیں گے کہ خدا کیا ایک ہے۔ مجاہدین اسلام بپھر کر کہنے لگے کہ اے اعرابی کیا تو نہیں دیکھتا کہ اس وقت امیرالمومنینؑ حالت جنگ میں ہیں تجھے کس طرح جواب دیں گے۔ حضرت نے اپنے فوجیوں سے فرمایا کہ "اس کو چھوڑ دو اس اعرابی کا وہی مقصد ہے جس مقصد کے لئے ہم اس وقت دشمنوں سے جنگ کر رہے ہیں (حضرت کا مطلب یہ تھا کہ تعلیم علوم معرفت ہمارا مقصد ہے اور یہ لوگ جو ہم سے برسرپیکار ہیں ہماری غرض کو پورا نہیں ہونے دینا چاہتے ہیں اسی لئے بغاوت کر کے ہم سے جنگ کر رہے ہیں۔ تعلیم و تلقین ہم پر ہر حالت میں فرض ہے) اس کے بعد حضرت نے اعرابی کے سوال کا جواب ارشاد فرمایا جو تفصیلاً آئندہ ابواب میں لکھا جائے گا۔

(کتاب التوحید از شیخ ابو جعفر بن بابویہ متوفی ۳۸۱ھ باب سوئم طبع ایران، منہاج البلاغہ ص ۳۵)

حکمت و فلسفہ

حضرت کا کلام علم و معرفت اور فلسفہ و حکمت سے معمور رہتا تھا جس کا اقرار ہر سننے والا کرتا تھا۔ چنانچہ استاد مصطفیٰ جواد اپنے تحقیقی مضمون "فلسفہ تاریخ اسلامی" کے ذیل میں کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ایک یہودی

عالم نے حضرت امیر المومنینؑ سے عرض کیا کہ اے فرزند ابوطالب اگر آپ فلسفہ بھی سیکھے ہوتے تو آپ کا بڑا مرتبہ ہوتا یہ سن کر حضرت علی علیہ السلام نے فرمایا کہ :۔

وما تغنی بالفلسفہ الیس من اعتدل طباعہ صفا مزاجہ ومن صفا مزاجہ قوی اثر النفس فیہ ومن قوی اثر النفس فیہ سما الیٰ ما یرتقیہ ومن سما الیٰ ما یرتقسہ فقد تخلق با الاخلاق النفسانیۃ ومن تخلق بالاخلاق النفسانیۃ فقد صار موجوداً بما ھو انسان دقد رخل فی الھیاکل الملکی صوری ولیس لہ من ھٰذہ الغایۃ مسیرٌ۔

ترجمہ ": فلسفہ سے تیری مراد کیا ہے کیا ایسا نہیں ہے کہ جس کی طبیعت میں اعتدال ہو۔ اس کا مزاج خود بخود پاکیزہ ہوجاتا ہے اور جس کے مزاج میں پاکیزگی راسخ ہوتی ہے اس کے نفس کے اثرات قوی ہوجاتے ہیں اور جو اپنے نفس کے اثرات میں قوت حاصل کرلیتا ہے وہ انسانیت کے منتہائے کمال پر پہونچ جاتا ہے۔ وہ فضائل نفسیہ سے آراستہ ہوجاتا ہے اور جو فضائل نفس سے مزین ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس میں انسانیت کے تمام کمال موجود رہتے ہیں (بجائے اس کے کہ اس میں خاصہ حیوانی موجود ہو کر اپنا اثر دکھلائیں) اس حالت میں ایسا انسان ملکوتی صفات بن جاتا ہے۔ بس اس سے زیادہ انسانی عروج کا تصور نہیں "

یہ سن کر یہودی عالم بیساختہ کہنے لگا۔ اے فرزند ابوطالب آپ نے سارا فلسفہ ان کلمات میں بیان کر دیا۔ (العرب ص۹ ازعبد المنعم مصری) منہاج نہج البلاغہ ص۴)

خطبوں کی تعداد

مورخ مسعودی لکھتا ہے کہ حضرت کے خطبوں کی تعداد جو آپ نے فی البدیہہ ارشاد فرمایا تھا چار سو اسی سے زائد ہیں جنہیں لوگوں نے یاد و محفوظ کر لیا تھا (مروج الذہب حصہ دوم ص۳۳ مصر)

کلام کا داخل نصاب ہونا

حضرت کے خطبے حفظ کر کے خطباء داد با فخر کرتے تھے۔ کوئی ادیب اس وقت تک ادیب نہیں بن سکتا تھا جب تک کہ اس کے نظام درس میں حضرت کے خطبات شریک نہ ہوتے تھے اور وہ انہیں پڑھ نہ لیتا تھا علامہ جاحظ سے پہلے بھی ہر ادیب و دبیر کے درس میں حضرت کا کلام داخل نصاب تھا۔ (ادب الجاحظ ص۱۹۶ مصر)

عمر بن بحر الجاحظ متوفی ۲۵۰ھ نے لکھا ہے کہ حضرت کے خطبے مدون و مرتب محفوظ و مشہور ہو کر بقائے دوام کی سند حاصل کر چکے ہیں۔ (البیان والتبیین جلد اول ص۱۴۷ مطبوعہ مصر)

عبد الحمید بن یحییٰ سے دریافت کیا گیا کہ کس چیز نے تمہیں بلاغت پر اس قدر اقتدار بخشا کہ تم ایک باکمال ادیب بن گئے اس نے جواب دیا کہ حضرت علیؑ کے کلام کو حفظ کرنے سے مجھے یہ کمال حاصل ہوا۔

حضرت علیؑ کے کلام کی تدوین

حضرت امیرالمومنینؑ کے اقوال و خطب خود آپ ہی کے زمانے میں لکھے جا کر محفوظ کر لئے گئے تھے علامہ جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں کہ سلف صحابہ و تابعین میں تدوین و تالیف اور کتابت علوم کے متعلق سخت اختلاف تھا سوائے حضرت علیؑ اور آپ کے فرزندوں کے جو اس کو مباح سمجھتے تھے اور خود تالیف و تدوین فرماتے تھے۔ (تدریب الراوی)

صدرِ اوّل علامہ ابن ابی الحدید لکھتے ہیں کہ لوگوں نے حضرت امیرالمومنین ہی سے خطابت و تحریر و تصنیف کا فن سیکھا دنیا کو اس امر کا اعتراف ہے کہ حضرت نے ذیل کے مصنفین و مؤلفین کا ایک ایسا گروہ پیدا کر دیا تھا جنہوں نے لسانیات، سیر و احادیث اور علوم قرآن پر کتابیں لکھیں۔ حضرت کے افراد خاندان اور اصحاب سے مندرجہ ذیل وہ اصحاب قلم ہیں جنہوں نے امیرالمومنینؑ کے آثار علمیہ کو محفوظ کیا جن سے دنیا آج بھی فیضیاب ہو رہی ہے۔ اس کی تصدیق علمائے رجال نے اپنی اپنی کتابوں میں کی ہے۔

امام حسن علیہ السلام۔ امام حسین علیہ السلام، عمر بن علیؑ، محمد حنفیہ، عبداللہ ابن عباس، ابی بن کعب صحابی، جابر بن عبداللہ صحابی ابو رافع، علی بن ابی رافع، عبیداللہ بن ابی رافع، اصبغ بن نباتہ، سلیم بن قیس ہلالی، میثم بن یحیٰی ابو صالح التمار، حارث بن عبداللہ ہمدانی۔ ابوالاسود الدؤلی، کمیل ابن زیاد، عبیداللہ بن الحر، ربیعہ بن سمیع، یعلی بن مرہ، زید بن وہب وغیرہ۔

جب کبھی حضرت کوئی خطبہ ارشاد فرماتے حکماء، فقہاء، ادبا اور خطباء اور سینکڑوں آدمی لکھتے جاتے اور اسکو محفوظ کر لیتے تھے۔

(۱) اصحاب میں سب سے پہلے حضرت امیرالمومنینؑ کے خطبوں کو جمع کرنے کا فخر جس کو حاصل ہے وہ زید بن وہب ہے۔ جن کا انتقال تقریباً ۹۰ھ میں ہوا۔ علامہ ذہبی میزان الاعتدال میں لکھتے ہیں کہ زید اس قدر جلیل القدر اور قابل اعتماد آدمی تھے کہ ان کی روایت گویا اصل صاحب روایت کی زبانی سننے کے برابر سمجھی جاتی تھی۔

(میزان الاعتدال ج ۱ ص ۳۶۲،۳۲ طبع مصر)

زید بن وہب اجلہ تابعین و ثقات میں سے تھے۔

(۲) شیخ صدوق ابن بابویہ متوفی ۳۸۱ھ کتاب التوحید میں اپنے سلسلہ اسناد سے لکھتے ہیں کہ ایک روز حضرت علیؑ نے خدا کی عظمت و جلالت کے مضامین پر ایک خطبہ فرمایا تھا۔ ابو اسحٰق نے ایک مرتبہ حارث سے پوچھا کہ آیا وہ خطبہ تمہیں یاد ہے تو حارث نے جواب دیا کہ میں ہمیشہ حضرت کے خطبے لکھ لیا کرتا ہوں چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب سے اس خطبہ کو پڑھ کر سنایا۔

(۳) ایک مرتبہ ایک یہودی عالم نے چند سوالات کئے تھے ان کے مفصل جوابات حارث ہمدانی نے لکھ کر محفوظ کر لیا۔

(کتاب الفہرس شیخ ابو جعفر طوسی)

Nahj Al Israr

حارث نے امیر المومنینؑ کے آثار علم اس کثرت سے مدون و مرتب کئے تھے۔ کہ ایک مرتبہ امام حسن علیہ السلام نے اس ذخیرہ کو ان سے طلب فرمایا تو حارث نے ایک عظیم ذخیرۂ کتب بھیجا جو ایک اونٹ کا بار تھا (ذیل المذیل از ابو جعفر محمد بن جریر الطبری ص۱۴۳۔ طبع قاہرہ)

۴۔ حضرت کے کاتب عبید اللہ بن ابی رافع نے حضرت کے قضایا مدون کئے (الفہرس طوسی ص۲۰۲)

(۵) اصبغ بن نباتہ نے حضرت کے آثار سے کئی چیزوں کو مدون کیا جن میں حضرت کا وہ فرمان بھی شریک تھا جو مالک اشتر کو لکھا گیا تھا (منہج المقال، الفہرس طوسی) اس کے علاوہ حضرت کے وہ وصایا بھی جمع کئے جو محمد حنفیہ کے نام تھے۔

۶۔ سلیم ابن قیس ہلالی نے ایک کتاب مدون کی جس میں حضرت کے چند خطب و رسائل اور مکتوب بھی درج ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں مطبع حیدریہ نجف اشرف سے طبع ہوئی ہے اور پاکستان میں اس کا اردو ترجمہ شائع کیا گیا ہے۔

۷۔ کمیل ابن زیاد نے حضرت کی ایک طویل اور جلیل القدر دعا کو محفوظ کیا جو آج تک شب ہائے جمعہ وغیرہ میں پڑھی جاتی ہے۔ جو دعائے کمیل کے نام سے مشہور ہے

صدر دوم اصحاب امیر المومنینؑ کے بعد دیگر ائمہ اطہار علیہم السلام کے اصحاب اور اہل علم و ادب نے بھی حضرت کے اقوال و خطب اور رسائل وغیرہ کی حفاظت کو اپنا فرض سمجھا اور اس کی تالیف و تدوین میں مشغول رہے اور مستقل کتابیں لکھیں جن میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔:

(۱) ہشام بن محمد کلبی صحابی امام محمد باقر علیہ السلام نے امیر المومنینؑ کے بہت سے خطبے جمع کئے۔ (الفہرس از ابن الندیم ص۱۴۱ مصر

(۲) محمد بن قیس البجلی صحابی امام محمد باقر و جعفر صادق علیہم السلام نے امیر المومنین کے قضایات جمع کئے۔
(کتاب الرجال النجاشی و منہج المقال)

(۳) محمد بن قیس ابو نصر اسدی صحابی امام محمد باقر و جعفر صادق علیہم السلام امیر المومنینؑ کے قضایا جمع کئے۔
(کتاب الرجال النجاشی و منہج المقال)

(۴) ابراہیم بن حکم الفزاری نے خطبات جمع کئے۔ (الفہرس طوسی۔ کتاب الرجال نجاشی)

(۵) ابو محمد مسعدہ صحابی امام جعفر صادق و موسیٰ کاظم علیہم السلام نے خطبات جمع کئے (کتاب الرجال نجاشی)

(۶) ابراہیم بن ہاشم ابو اسحٰق قمی صحابی امام رضا علیہ السلام نے قضایا جمع کئے (منہج المقال)

(۷) مورخ ابو مخنف لوط بن یحییٰ نے اپنی مصنفات میں خطبات و رسائل کو وارد کیا۔

(۸) نصر بن مزاحم کوفی معاصر امام محمد باقر تا امام علی رضا علیہم السلام نے خطبات و مکتوبات کو کتاب الصفین میں تحریر کیا۔

(۹) ابو القاسم عبد العظیم بن عبد اللہ حسنی متوفی تقریباً ۲۵۰ھ صحابی امام علی نقی علیہ السلام نے خطبات جمع کئے۔ (کتاب الرجال)

(۱۰) صالح بن ابی حماد صحابی امام علی نقی علیہ السلام نے خطبات جمع کئے۔ (کتاب الرجال)

www.hubeali.com admin@hubeali.com

(۱۱) علی بن محمد متوفی ۲۲۵ھ نے خطبوں اور ان مکاتیب کو جمع کیا جو حضرت نے اپنے عمال کو تحریر فرمایا تھا۔

(معجم الادباء یاقوت الحموی ج ۴ ص ۱۳۴ طبع مصر)

(۱۲) ابراہیم بن محمد کوفی متوفی ۲۸۳ھ نے "کتاب رسائل امیرالمومنین" میں حضرت کے فرامین اور خطوط جمع کئے۔

(معجم الادباء ج ۱ ص ۲۲۳ طبع مصر)

(۱۳) ابوالقاسم عبداللہ بن احمد نے قضایا جمع کئے۔ (کتاب الرجال)

(۱۴) ابوالحسن معلی بن محمد بصری نے قضایا جمع کئے۔ (کتاب الرجال)

(۱۵) چوتھی صدی کے مشہور مورخ عبدالعزیز ابن یحییٰ جلودی متوفی ۳۳۰ھ نے آثار امیرالمومنینؑ سے ہر موضوع سے متعلق آپ کے کلام کو علیحدہ علیحدہ کتابی شکل میں جمع کیا۔

(۱) کتاب رسائل علیؑ (خطوط و فرامین کا مجموعہ)

(۲) کتاب خطب علیؑ (خطبوں کا مجموعہ)

(۳) کتاب مواعظ علیؑ (مواعظ کا مجموعہ)

(۴) کتاب خطب علیؑ فی الملاحم (ان خطبات کا مجموعہ جس میں آئندہ ہونے والے واقعات اور فتنہ و فساد کی خبر دی گئی ہے۔)

(۵) کتاب دعاء علیؑ (ادعیہ کا مجموعہ)

(۶) کتاب شعر علیؑ (اشعار کا مجموعہ) (الفہرس طوسی، کتاب الرجال نجاشی)

(۱۶) ابو محمد حسن بن علی متوفی ۳۳۶ھ مشہور شیعی علماء محدثین سے تھے۔ موصوف نے اپنی کتاب "تحف العقول عن آل الرسول" میں حضرت کے کلمات حکمیہ اور امثال و خطب جمع کئے اور لکھا ہے کہ اگر صرف ان خطبات کو جمع کریں جن میں حضرت نے صرف مسائل توحید بیان فرمائے ہیں تو یہ مجموعہ تحف العقول کے برابر ہو جائے گا۔ (خیال رہے کہ تحف العقول کا حجم نہج البلاغہ سے زیادہ ہے)

(۱۷) ابوطالب عبداللہ بن ابی زید متوفی ۳۵۶ھ نے حضرت کی دعاؤں کو کتاب الادعیہ الائمہ میں جمع کیا۔

(۱۸) علامہ سید رضی نے ۴۰۰ھ میں نہج البلاغہ مرتب کیا جس کا ترجمہ دنیا کی کئی زبانوں میں ہزاروں مرتبہ طبع ہوا۔

کثرتِ کلام

چھٹی صدی کے مشہور عالم ابوالحسن محمد بن الحسین بیہقی اپنی کتاب شرح نہج البلاغہ موسوم بہ حدائق الحقائق میں قطب الدین راوندی متوفی ۵۷۳ھ کی کتاب منہاج البلاغہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قطب الدین راوندی نے حجاز میں علماء سے سنا تھا کہ انہوں نے مصر میں امیرالمومنینؑ کے کلام کے ایسے مجموعہ کو دیکھا تھا جو بیس مجلدات سے زیادہ تھا۔

(روضات الجنات باب العین ص ۶۴ طبع ایران)

نہج البلاغہ سے پہلے

یہ تو ان اہل علم کی فہرست تھی جنہوں نے حضرت امیرالمومنین کے اقوال وخطب اور دیگر آثار علمیہ پر مستقلاً کتابیں لکھی ہیں۔ ان کے علاوہ مورخین، محدثین، اور علمائے اسلام کی ایک کثیر تعداد ہے جنہوں نے اپنے کتب و تصانیف میں حضرت کے خطبوں اور دیگر آثار کو وارد کیا جس میں سے مندرجہ ذیل قابل ذکر ہیں۔

(۱) ابوالحسن علی بن محمد متوفی ۲۲۵ھ نے تاریخ الخلفاء اور کتاب الاحداث والفتن میں۔

(۲) ابوعثمان عمر بن بحرالجاحظ متوفی ۲۵۹ھ نے کتاب البیان والتبیین میں چند خطبات اور "کلمات حکمیہ" میں ایک سو منتخب کلمات کو جمع کیا۔

(۳) ابن قتیبہ دینوری متوفی ۲۷۶ھ نے عیون الاخبار اور غریب الحدیث میں۔

(۴) ابن واضح یعقوبی کاتب عباسی متوفی ۲۷۸ھ نے اپنی تاریخ میں۔

(۵) ابوحنیفہ دینوری متوفی ۲۸۱ھ نے اخبار الطوال میں۔

(۶) ابوالعباس المبرد متوفی ۲۸۶ھ نے کتاب المبرد میں۔

(۷) مورخ محمد بن جریر طبری متوفی ۳۱۰ھ نے اپنی تاریخ میں۔

(۸) ابوبکر محمد بن حسن بصری متوفی ۳۲۱ھ نے کتاب المجتبیٰ میں۔

(۹) ابن عبدربہ متوفی ۳۲۸ھ نے عقد الفرید میں۔

(۱۰) محمد بن یعقوب کلینی متوفی ۳۲۹ھ نے کتاب الکافی کے مجلدات کتاب الاصول والفروع اور کتاب الروضہ میں۔

(۱۱) مورخ مسعودی متوفی ۳۴۶ھ نے مروج الذہب میں۔

(۱۲) ابوالفرج اصفہانی متوفی ۳۵۶ھ نے کتاب الاغانی میں

(۱۳) ابوعلی القالی متوفی ۳۵۶ھ نے نوادر میں۔

(۱۴) شیخ ابوجعفر ابن بابویہ قمی متوفی ۳۸۱ھ نے کتاب التوحید اور اپنی دوسری کتب میں۔

(۱۵) شیخ مفید استاد سید رضی متوفی ۴۱۳ھ نے کتاب الارشاد اور کتاب الجمل میں۔

(۱۶) ابن مسکویہ متوفی ۴۲۱ھ نے تجارب الامم میں۔

(۱۷) حافظ ابونعیم متوفی ۴۳۰ھ نے حلیۃ الاولیاء میں۔ ارشادات جلد دوم وسوم میں درج ہیں۔)

(۱۸) شیخ ابوجعفر محمد بن حسن طوسی (۳۸۵ھ تا ۴۶۰ھ) نے کتاب التہذیب اور کتاب الامالی میں۔

نہج البلاغہ کے مخالفین

بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ نہج البلاغہ جس کی تالیف ۴۰۰ھ میں مکمل ہوئی حضرت علی علیہ السلام کا کلام نہیں ہے بلکہ سید رضی متوفی ۴۰۶ھ کا کلام ہے۔ حوالہ جات بالا سے واضح ہوگا کہ یہ خیالات بالکل بے اصل اور غلط ہیں کیونکہ نہج البلاغہ کے خطبے سید رضی سے پہلے مذکورہ بالا متعدد کتب میں موجود تھے۔ اگر ایسا

نہ ہوتا تو خود ان کے زمانے میں جب کہ بغداد میں دیگر مذاہب کا غلبہ تھا جن کے اجلہ علماء و حفاظ حدیث اور راویان اخبار بکثرت موجود تھے فوراً سید رضی کو مورد الزام قرار دیتے اور حاکم وقت سے مبتلائے عذاب و عقاب کرتے۔

حضرت امیر المومنین کے تمام خطبات تواتر کا حکم رکھتے ہیں جن سے انکار ضعف ایمان کی دلیل ہوگی دیگر یہ کہ کلام اور نہج بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت کے سوائے کوئی اور انسان اس انشاء پر قادر نہیں ہو سکتا۔ حضرت کے کلام میں بہت سے اسرار و رموز ایسے ہیں جن کے معنی و شرح آج تک کسی سے نہ ہو سکی مثلاً اذا صاح الناعوس، اناجانیوثا..... وغیرہ ان کی صحیح قرات و تلفظ سے علماء بھی قاصر ہیں۔

پس نہج البلاغہ کے لئے کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس کے مندرجہ خطبے حضرت علیؑ کا کلام نہیں بلکہ سید رضی کا کلام ہے نہج البلاغہ کے مقدمہ میں سید رضی لکھتے ہیں کہ "حضرت کا کلام ایک ناپیدا کنار سمندر ہے جس کی انتہا و گہرائی تک نہ کوئی پہنچ سکتا ہے اور نہ اس کی موجوں پر تسلط پا سکتا ہے۔" سید رضی نے حضرت کے کلام کو تین ابواب نمبر ۱: خطب و اوامر ۲: کتب و رسائل ۳: حکم و مواعظ میں تقسیم کر کے صرف ایسے کلام کو مرتب کیا جس کی تفہیم آسان ہو اور یہ تحریر فرمایا کہ جو کچھ وہ منتخب کر کے جمع کئے وہ اس کلام کے مقابلہ میں بہت کم ہے جس کو انہوں نے اس مجموعہ میں شریک نہیں کیا۔

علامہ سید رضی سے پہلے جن علماء نے حضرت کے اقوال و خطب جمع کئے تھے ان کی تدوین و تالیف کا ایسا اچھا انداز نہ تھا جیسا کہ نہج البلاغہ کا ہے اسی لئے وہ تالیفات نہج البلاغہ کی طرح شہرت و قبولیت حاصل نہ کر سکیں۔

نہج البلاغہ کے بعد علامہ سید رضی نے نہج البلاغہ کو سنہ ۴۰۰ھ میں مکمل کیا۔ اس کے بعد غالباً آپ کو مزید کلام کے تدوین کے لئے وقت نہ مل سکا اور سنہ ۴۰۶ھ میں آپ کا انتقال ہو گیا۔

نہج البلاغہ کی تالیف کے بعد علمائے دین حضرت کے کلام کی تدوین و جمع سے غافل نہ ہوئے بلکہ اس کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ ان جامعین کلام میں سے مندرجہ ذیل علماء قابل ذکر ہیں۔

(۱) عبدالواحد بن محمد تمیمی معاصر علامہ سید محمد رضی نے ایک مجموعہ حضرت امیر المومنینؑ کے کلمات قصار کا جمع کر کے اس کا نام غرر الحکم و درر الکلم رکھا۔ اس میں دس ہزار سے زائد کلمات حروف تہجی کے لحاظ سے مرقوم ہیں۔ یہ کتاب متعدد مقامات پر طبع ہو چکی ہے اور اس کا ترجمہ بھی فارسی میں ہو چکا ہے۔

(۲) عزیز الدین بن ضیاء الدین، فضل اللہ راوندی نے حضرت کے اقوال و کلمات جمع کئے اور اس کا نام نثر اللآلی رکھا۔

(۳) ابو سعید منصور بن الحسین متوفی سنہ ۴۲۲ھ نے بھی حضرت کے نکت کلام کو "نزہۃ الادب" اور نثر الدراریں جمع کیا (کشف الظنون باب النون)

(۴) قاضی ابو عبداللہ محمد بن سلامہ شافعی متوفی سنہ ۴۵۳ھ نے حضرت کے خطب و حکم و مواعظ و وصایا اور اشعار جمع کئے اور اس کا نام "دستور معالم الحکم" رکھا۔ (یہ کتاب مصر میں طبع ہو چکی ہے) (اس کتاب کے ارشادات جلد سوم میں مرقوم ہیں)

(۵) عزالدین ابن ابی الحدید معتزلی شارح نہج البلاغہ متوفی ۶۵۵ھ نے حضرت کے ایک ہزار کلمات کو جمع کیا۔

(۶) شمس الدین ابو المظفر یوسف بن قزغلی حنفی معروف بہ سبط ابن جوزی متوفی ۶۵۴ھ "تذکرۃ خواص الامۃ" میں حضرت کے اقوال وخطب جمع کئے۔

(۷) قاضی ابو یوسف یعقوب بن سلیمان نے حضرت کے کلمات قصار جمع کئے اور اس کا نام "الفرائد والقلائد" رکھا اس کا ایک قدیم خطی نسخہ جو چھٹی صدی کا لکھا ہوا ہے۔ کتب خانہ مدرسہ مروی طہران میں محفوظ ہے۔

(۸) علی بن محمد واسطی (چھٹی صدی) نے ایک کتاب تالیف کی جو تیس ابواب اور اکیانوے فصلوں پر مشتمل ہے۔ اس میں حضرت کے مواعظ ادعیہ، مکاتبات، مناجات اور ۱۲۲۸ کلمات حکمیہ ہیں اس کتاب کا نام "عیون الحکم والمواعظ وذخیرۃ المتعظ والواعظ" رکھا۔

کتاب کے مقدمہ میں مولف لکھتے ہیں کہ "میں نے اس کتاب کے مضامین حضرت کے ایسے فصیح وبلیغ مجموعہ کلام سے جمع کئے جو حکمت وادب، مواعظ ومناجات اور اوامر ونواہی پر مشتمل ہے جس کی نظیر پیش کرنے سے حکما وبلغاء عاجز ہیں۔

اس کتاب کے دو قلمی نسخے کتب خانہ مدرسہ سپہ سالار طہران میں موجود ہیں (فہرست کتاب خانہ مدرسہ سپہ سالار جلد اول ص۲۸۳ و جلد دوم ص۲۴ طبع ایران)

(۹) مولی خلف بن مطلب بن حیدر نے حضرت کا وہ کلام جو نہج البلاغہ میں جمع نہ ہو سکا تھا اس کو جمع کیا اور اس کا نام "النہج القویم فی کلام امیر المومنین" رکھا۔

(روضات الجنات باب الخاء ص۲۶۶ آثار الشیعہ ج ۴ ایران)

(۱۰) مولی میر القادری جیلانی معاصر شاہ عباس صفوی نے کتاب زبدۃ الحقائق میں حضرت کے کلمات کثیرہ کو جمع کیا۔

(۱۱) شیخ عبداللہ بن صالح نے حضرت کے ادعیہ مناجات اور اذکار کو جمع کرکے اس کا نام الصحیفۃ العلویۃ والتحف المرتضویہ" رکھا۔

(۱۲) محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد ۱۷ میں حضرت کے چند خطب وکلمات جمع کئے۔

(۱۳) مسیحی ادیب الاب لویس شیخو نے حضرت کے اقوال کے ایسے مجموعہ کو شائع کیا جو ۷۲۰ھ کا مخطوطہ تھا۔ (ترجمہ علی ابن ابی طالب ص۱۱۹ مصر)

(۱۴) شیخ احمد رضا العاملی نے خطب ومواعظ کے ایک ایسے مجموعہ کو مجلہ العرفان ۱۹۲۳ء میں شائع کیا جو نہج البلاغہ میں نہیں ہے۔ (ترجمہ علی ابن ابی طالب ص۱۱۹ مصر)

(۱۵) درالمنظم میں کمال الدین ابو سالم محمد نے بہت سے خطبے جمع کئے۔

(۱۶) توضیح الدلائل میں شہاب الدین نے بہت سے خطبے جمع کئے۔

(۱۷) منتخب البصائر از علامہ حلی۔

(۱۸) بصائر الانوار۔

(۱۹) علی ابن ابی طالب شعرہ وحکمہ از علامہ تیمور پاشا مصری۔ ان تینوں کتب میں بھی حضرت امیرالمومنین ؑ کے بہت سے ارشادات مرقوم ہیں۔

(۲۰) علامہ شیخ ہادی نجفی آل کاشف الغطا نے ایسے خطبے و مکاتیب اور اقوال جمع کئے جو نہج البلاغہ میں نہیں۔ یہ کتاب ۱۳۵۴ھ میں نجف اشرف میں "مستدرک نہج البلاغہ" کے نام سے شائع ہوئی۔

(۲۱) حکیم نبی احمد حنفی رام پوری نے بھی ایسے مکاتیب و رسائل جمع کئے جو نہج البلاغہ میں نہیں ہیں اور اس کا نام مکتوبات حضرت علی رکھا۔

(۲۲) کتاب معمیات علی ؑ۔

(۲۳) جواہر المطالب

(۲۴) امثال الامام علی ؑ بن ابی طالب۔

نہج البلاغہ کے قدیم نسخے

نہج البلاغہ کے چند قدیم نسخے آج بھی دنیا میں موجود ہیں چنانچہ ایک نسخہ جو قدیم ترین ہے طہران میں ڈاکٹر سید صدر الدین نصیری کے محفوظات میں موجود ہے یہ نسخہ ۴۹۴ھ میں لکھا گیا تھا۔

۵۳۳ھ کا لکھا ہوا ایک مخطوط نسخہ لٹن لائبریری مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں موجود ہے۔

ایک نادر مخطوط نسخہ موصل میں مدرسہ حسن پاشا میں موجود ہے جو حریر پر قدیم رسم الخط میں لکھا ہوا ہے اس کے حواشی مختلف رنگوں سے مزین ہیں۔ یہ نسخہ بنی عباس کے مشہور کاتب یاقوت المستعصمی نے غالباً ۶۵۶ھ کے بعد لکھا تھا۔

۵۶۵ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ بغداد میوزیم میں موجود ہے۔

۶۷۴ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ کتب خانہ ناصریہ لکھنؤ میں موجود ہے۔

۶۷۰ھ کا لکھا ہوا ایک نسخہ نجف اشرف میں موجود ہے۔ (منہاج نہج البلاغہ)

ان کے علاوہ آپ کے چند مشہور خطبے جو نہج البلاغہ میں نہیں ہیں مگر دوسری معتبر اور قدیم کتب میں ملتے ہیں۔ درج ذیل ہیں۔

(۱) **خطبۃ الاستسقاء** :۔ حضرت امیرالمومنین کا یہ ایک مبسوط خطبہ ہے جس کو علامہ شیخ صدوق نے اپنی کتاب من لایحضرہ الفقیہ میں باب صلوٰۃ الاستسقاء کے تحت درج کیا ہے۔

مولانا محمد تقی مجلسی (۱۰۷۰ھ) نے اپنی مشہور شرح اللوامع میں اس خطبہ کا ترجمہ کیا ہے۔

(۲) **خطبۃ الاقالیم** : یہ بھی حضرت کا ایک مبسوط خطبہ ہے جس کا ابن شہر آشوب نے مناقب میں ذکر کیا ہے اس

کا ایک مخطوط کتب خانہ رضویہ مشہد میں موجود ہے جس کے ساتھ حضرت کے دوسرے خطبے مثلاً خطبۃ البیان، الدرۃ الیتیمہ، خطبہ مولفہ وغیرہ بھی ہیں۔ ان کا جامع احمد بن یحیٰی بن احمد بن ناقہ ہے۔ یہ ۱۰۲۹ھ میں لکھے گئے تھے۔

(۳) خطبۃ البالغۃ :۔ علامہ محمد باقر مجلسی نے بحار الانوار جلد ۱۷ صفحہ ۱۱۲ پر اس کو نقل کیا ہے۔ کتاب ہذا میں مرقوم ہے۔

(۴) خطبۃ التطنجیہ : اس خطبہ کو علامہ برسی نے مشارق الانوار الیقین مولفہ ۸۰۰ھ میں لکھا ہے اور یار جینی نے الزام الناصب میں نقل کیا ہے۔ و نیز عبد الصمد ہمدانی نے بحر المعارف میں درج کیا ہے۔ اور کتاب ہذا میں مرقوم ہے۔

(۵) خطبۃ الزھراء : ابومخنف لوط بن یحیٰی (م ۱۵۷ھ) نے اپنی تالیف میں اور طوسی نے فہرست میں لکھا ہے۔ (ملاحظہ ہو الذریعہ ج ۷ ص ۲۰۳) یہ ایک طویل خطبہ ہے۔

(۶) خطبۃ الطالوتیہ : محمد بن یعقوب کلینی نے کتاب الروضہ میں خطبہ وسیلہ کے بعد نقل کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت نے یہ خطبہ مدینہ میں انشاء فرمایا تھا۔ یہ خطبہ نہج الاسرار جلد دوم میں درج ہے۔

(۷) خطبۃ الوسیلہ : یہ ایک مشہور طویل خطبہ ہے جس کو کلینی نے فروغ کافی (کتاب الروضہ) میں درج کیا ہے۔ یہ خطبہ کتاب ہذا میں درج ہے۔

(۸) خطبۃ المخزون : شیخ حسین بن سلیمان حلّی نے یہ خطبہ اپنی کتاب منتخب البصائر میں درج کیا ہے اور علامہ مجلسی نے بحار الانوار میں حجۃ میں اس کو پورا نقل کیا ہے۔ و نیز کتاب ہذا میں مرقوم ہے۔

(۹) خطبۃ المنبریہ :۔ ابن جوزی (م ۶۵۴ھ) نے تذکرۃ خواص الائمہ کے چھٹے باب میں "المختار من کلامہ" کے زیر عنوان حضرت کے کئی خطبے درج کئے ہیں ان میں یہ خطبہ بھی ہے۔ علامہ مجلسی نے اسی کتاب سے بحار الانوار جلد ۱۷ میں یہ خطبہ نقل کیا ہے۔ و نیز کتاب ہذا میں مرقوم ہے۔

(۱۰) خطبۃ البیان : حضرت کا یہ ایک مشہور خطبہ ہے جس میں حضرت نے توحید عیانی و شہودی کے مقام کو سمجھایا ہے سید نعمت اللہ جزائری اپنی کتاب انوار النعمانیہ کے صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ اس خطبہ میں سب اسرار ہی اسرار ہیں جن کی معنی کی معرفت سوائے علمائے راسخ کے کوئی نہیں رکھتا۔ اس خطبہ کو عبد الصمد ہمدانی نے بحر المعارف میں تحریر کیا ہے و نیز کتاب ہذا میں مرقوم ہے۔

(۱۱) خطبہ افتخاریہ :۔ اس خطبہ کا انداز خطبۂ بیان کا ہے۔ یہ بحر المعارف و مشارق الانوار میں بھی مرقوم ہے و نیز اس کتاب میں درج ہے ان کے علاوہ اور بہت سے خطبے دیگر کتب میں ملتے ہیں ان میں سے جو کچھ دستیاب ہوسکے ہدیۂ ناظرین کئے جاتے ہیں۔

حضرت امیر المومنینؑ کے چند علمی کارنامے

حضرت علی علیہ السلام کی چند تصانیف جن کا حوالہ قدیم کتب میں ملتا ہے درج ذیل ہیں۔

(۱) **صحیفہ جامعہ** :۔ یہ صحیفہ پوست آہو پر لکھا گیا تھا جس کا طول ستر ہاتھ بیان کیا گیا ہے اصول کافی جلد اوّل میں لکھا ہے کہ اس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے املا کرایا تھا اور حضرت علیؑ نے اپنے ہاتھ سے لکھا تھا اس میں معاش و معاد سے متعلق تمام احکام و فرائض کا بیان ہے صحیفہ جامعہ امام عصر علیہ السلام کے پاس محفوظ ہے۔

(۲) **قرآن مجید** : نزول آیات کی ترتیب میں تالیف کیا گیا تھا اور حضرت ابوبکر کے پاس پیش کیا گیا تھا کہ تمام مملکت اسلامیہ میں اس کی نقلیں لکھوا کر بھیجی جائیں مگر حضرت ابوبکر کے اس قرآن کے قبول کرنے سے انکار پر حضرت علیؑ واپس لے گئے اور فرمایا تھا کہ اس قرآن کو اب کوئی نہ دیکھے گا جب تک کہ میرے بارھویں فرزند کا ظہور نہ ہو اور وہ اس کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا۔

(۳) **مصحف فاطمہ** : اس میں امثال حکمت کی باتیں مواعظ، نصائح، اخبار و نوادر جمع کئے گئے تھے حضرت امیرؑ نے مصحف فاطمہ جناب سیدہؑ کے لئے اپنے پدر بزرگوار کا غم غلط کرنے کے لئے تحریر فرمایا تھا۔ یہ بھی امام عصر علیہ السلام کے پاس محفوظ ہے۔

(۴) **کتاب التفسیر** : اس کتاب میں علوم قرآن کی ساٹھ سے زیادہ اقسام کا مخصوص مثالوں کے ساتھ بیان ہے۔ مثلاً امر[1]۔ زجر[2]۔ ترغیب[3]۔ ترہیب[4]، جدل[5]۔ ناسخ و منسوخ[6]، محکم و متشابہ[7]۔ خاص و عام[8]۔ عزائم[9]۔ رخص[10]۔ حلال و حرام[11]۔ فرائض و احکام[12]۔ حرف مکان و حرف زمان[13]۔ لفظ خاص معنی عام[14] لفظ عام معنی خاص[15] لفظ واحد با معنی جمع[16]۔ لفظ جمع با معنی واحد[17]، لفظ ماضی و معنی مستقبل[18]۔ لفظ جو کسی خبر پر[19] دلالت کرے اور معنی دوسروں کی حکایت کریں۔ تاویل در تنزیل[20]۔ تاویل قبل از تنزیل[21]۔ تاویل بعد از تنزیل[22]۔ وہ آیات جن کا ایک حصہ ایک سورہ میں اور بقیہ دوسرے سورہ میں ہو[23]۔ وہ آیات جن کا نصف منسوخ اور نصف متروک علی الحال[24] ہو۔ آیات مختلف اور لفظ متفق[25]۔ آیات متفق اور لفظ مختلف[26]۔ مخاطب کوئی اور مقصود کوئی اور[27]۔ مخاطب پیغمبر اور مقصود امت[28]، وہ آیات جن[29] کی حرمت بغیر ان کی تحلیل کے نہیں سمجھی جا سکتی، آیات[30] مشتمل بر زنادقہ، دہریہ، ثنویہ۔ قدریہ، مجبرہ۔ ملحدین و مشرکین، احتجاج[31] بر نصاریٰ و یہود۔ رد منکرین[32]، ثواب و عقاب بعد موت[33]۔ آیات فضیلت پیغمبر[34]۔ معراج نبوی[35]۔ مشیت خداوندی[36]۔ فضیلت[37] اہلبیت طاہرین۔ آیات دربارہ[38] امیر المومنین۔ آیات دربارہ وصی پیغمبر[39]۔ پیش گوئیاں[40]۔ دربارہ حروف[41] معطعات۔ اسرار و رموز[42]۔ علاج الامراض[43]۔ توحید[44]۔ عدل خداوندی[45]۔ نبوت[46]۔ امامت[47]۔ قیامت[48]۔ ظہور[49]۔ رجعت[50]۔ تصفیہ قلب و تزکیہ نفس[51]۔ معرفت نفس[52]۔ معرفت خدا[53] و رسول و امام۔ دربارہ جنت[54]۔ دربارہ جہنم[55]۔ دربارہ اعراف[56]۔ دربارہ نماز[57]، روزہ، حج، زکوٰۃ، خمس، جہاد، امر بالمعروف،

نہی عن المنکر، تولا، تبرا، حقوق والدین[58]، اولاد، نساء، ہمسایہ، یتاما، مساکین وغیرہ، حقوق آل محمد[59]، گذشتہ واقعات[60] وقصص وغیرہ۔

(۵) کتاب الجفر: صاحب "مواقف" کا بیان ہے کہ جفر وجامعہ دونوں آثار حضرت امیرالمومنین علیؑ سے ہیں۔ انقراض عالم تک دنیا کے تمام حوادث کتاب جفر میں مرقوم ہیں۔

(۶) اونٹ کی زکوٰۃ سے متعلق ایک رسالہ۔

(۷) کتاب فی الدیات مسمی بہ الصحیفۃ وکتاب الفرائض۔

یہ کتاب اصول اخبار وفرائض پر مشتمل ہے۔ علامہ صدوق (۳۸۱ھ) نے اس کو اپنی مشہور کتاب "من لایحضرہ الفقیہ" جلد دوم میں تمام وکمال نقل کیا ہے۔ نیز رئیس طائفہ شیخ ابو جعفر محمد بن حسن (۴۶۰ھ) نے کتاب تہذیب میں اور محمد بن یعقوب کلینی (رحمہ) نے اصول کافی ابواب الآیات میں اس سے روایات نقل کی ہیں۔

(۸) کتاب صدقات النعم

(۹) اربع مائۃ باب: یہ چار سو حکیمانہ اقوال کا مجموعہ ہے جس کو شیخ صدوق نے کتاب الخصال میں سلسلۂ اسناد کے ساتھ مفصل نقل کیا ہے۔ (نہج الاسرار جلد دوم میں مرقوم ہے)

(۱۰) رسالہ فی النحو: اہل ادب کا اتفاق ہے کہ علم نحو کے وضع کرنے والے حضرت علیؑ ہی ہیں۔

(۱۱) احتجاج علی الیہود: یہ امیرالمومنین کا مشہور احتجاج ہے جس کو شیخ صدوق علامہ طبرسی اور شیخ ابو جعفر طوسی نے اپنی اپنی تالیفات میں درج کیا ہے ونیز اس کتاب کی جلد دوم وسوم میں مرقوم ہے۔

(۱۲) احتجاج علی النصاریٰ: یہ احتجاج شیخ ابو جعفر طوسی اور دیلمی (۱۰۷ھ) نے طوسی امالی میں نقل کیا ہے۔ (جلد سوم ملاحظہ ہو)

(۱۳) نوادر احتجاجات: یہ امیرالمومنینؑ کے مختلف احتجاجات ہیں جن کو علامہ طبرسی اور ابن شہر آشوب نے اپنی اپنی تالیفات میں لکھا ہے جو معہ ترجمہ کتاب ہذا جلد دوم میں مرقوم ہیں۔

تدوین کلام امیرالمومنینؑ میں عربوں کا اہتمام

دور جاہلیت کا ادب ایک جاندار ادب تھا جس میں ایک ترقی یافتہ زبان اور ادب کی بہت سی خصوصیات موجود تھیں پھر بھی ایک نمایاں خلا جو نظر آتا ہے وہ نثر کی بے مائیگی ہے۔ جاہلیت کے ادب میں نثر کے آثار کچھ خطبوں کے اقتباسات اور امثال وحکم کی حد تک ملتے ہیں۔ عربی کے بعض مشہور خطیب بھی فصاحت وبلاغت پر کافی عبور رکھتے تھے مگر موضوع کے لحاظ سے ان کے کلام میں کوئی تنوع نہ تھا ان کے خطبوں کا مقصد زیادہ تر باہمی تفاخر قبیلہ کی حمایت یا جنگ کے مواقع پر لوگوں کو ابھارنا ہوتا تھا چند مثالیں پند ونصائح اور امثال وحکم کی بھی ملتی ہیں چونکہ یہ خطبے عموماً وقتی ہوتے تھے اور مقصد وموضوع کے لحاظ سے ان میں کوئی بلندی

نہ ہوتی تھی وقت کے ساتھ ہی فنا ہو گئے۔ سننے والوں نے نہ ان میں کوئی وزن محسوس کیا اور نہ ان کا سلسلۂ روایت آگے بڑھ سکا۔ جو آئندہ چل کر عربی نثر کی تاریخ کا جزو بن سکتا۔

دراصل عربی ادب میں نثر کی تاریخ ظہور اسلام کے بعد شروع ہوئی جس کا سرنامہ اخطب عرب امیرالمومنین حضرت علیؑ کی ذات گرامی ہے جنہوں نے پہلی مرتبہ اپنے خطبوں میں موضوع کے لحاظ سے بلندی پیدا کی اور ان کو اتنا جاندار بنایا کہ علمی دنیا جس قدر ترقی کرتی جائے ان کی عظمت میں اضافہ ہوتا رہے۔ چنانچہ آپ کے جس قدر خطبے نہج البلاغہ اور دیگر کتب میں ملتے ہیں ان کو مضامین کے لحاظ سے مرتب کیا جائے تو مختلف علوم و فنون پر ضخیم کتابیں تیار ہو سکتی ہیں۔

حضرت امیرالمومنین کا فصیح ترین و بلیغ ترین اور علم و حکمت سے بھرا ہوا کلام عرب کے فصحاء و بلغاء کی توجہ کو اپنی طرف مبذول کئے بغیر نہ چھوڑتا کلام امیرالمومنین سے عربوں کی وابستگی اس حد تک تھی کہ جو لفظ آپ کی زبان سے نکلتا تھا وہ اس کو فوراً قلمبند کر لیتے تھے اس طرح آپ کے کلام کی جمع و تدوین کا سلسلہ آپ کی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا چنانچہ اس دور کے جامعین کلام میں زید ابن وہب جہنی (۹۰ھ) سلیم ابن قیس ہلالی ۹۰ھ حارث اعور (۶۵ھ) ابو رافع عبید اللہ (۱۱۱ھ) وغیرہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے کتابی شکل میں اپنے آثار چھوڑے ان کے علاوہ ایک کثیر تعداد ایسے اصحاب کی بھی ہے جنہوں نے سینہ بہ سینہ کلام امیرالمومنین سے روایت کرتے رہے۔ اسی کا نتیجہ تھا کہ دوسری صدی ہجری تک امیرالمومنین کا کلام پورے طور پر مدون شکل میں وجود میں آ گیا۔

حضرت علیؑ کے آثار علم و ادب کا اعتراف مستشرقین

یہود و نصاریٰ کے علاوہ عرب کے مشہور دہریے اور اکثر یونانی فلسفی مسائل علمیہ و حقائق حکمیہ میں حضرت سے فیضیاب ہوتے تھے جس کا تذکرہ ابو منصور طبرسی نے کتاب الاحتجاج میں اور ابن بابویہ قمی المعروف بہ صدوق نے کتاب التوحید میں کیا ہے یہ شواہد اس امر کا بین ثبوت ہیں کہ حضرت امیرالمومنین علیہ السلام بحیثیت ایک مفکر و فلسفی اور حکیم کے بھی اپنا ثانی نہ رکھتے تھے۔ چنانچہ چند مسلم و غیر مسلم ادیبوں فلسفیوں اور مفکروں کے خیالات درج ذیل کئے جاتے ہیں۔

(۱) ایک مستشرق کی گواہی

مستشرق شہیر گبرئیل انکیری (GABRIEL ENKIRI) اپنی کتاب شہسوار اسلام (LECHEVALIER DEL'ISLAM) میں جو اس نے فرانسیسی زبان میں حضرت امیرالمومنین کے حالات میں لکھی ہے لکھتا ہے کہ:-

(۱) علیؑ کی بلند شخصیت میں دو صفتیں حد کمال پر ایسی پائی جاتی ہیں کہ جن کا ایک مقام پر جمع ہونا سمجھ سے باہر ہے تاریخ عالم میں سوائے علیؑ کے کوئی ایسی دوسری مثال نہیں ملتی جس میں ایسا اجتماع ضدین واقع ہوا ہو یہ علیؑ ہی کی ذات تھی جو قہرمان جنگ، فاتح اور

جنرل ہونے کے ساتھ ساتھ ایک زبردست عالم اور فصیح و بلیغ ترین خطیب بھی تھی ـــ BAYARD اور ROLAND (یورپ کے مشہور شجاع تھے جن میں سے رولنڈ کے متعلق مشہور تھا کہ جب وہ پتھر کی چٹان پر اپنی تلوار کی ضرب لگاتا تو اس میں شگاف پڑ جاتا تھا آیا ان کے متعلق تصور بھی کیا جاسکتا ہے کہ وہ تورات و انجیل کی تفسیر بھی کر سکتے تھے۔ اور بالائے منبر فصیح و بلیغ تقریر کر کے قانونی مدنی اور قانون تعزیرات کے عقدوں کی گرہ کشائی کر سکتے تھے آیا یہ ممکن تھا کہ مقدس AGUIN , SAINT THOMESD اور مقدس SAINT TEAM CHRISO STOME میدان جنگ میں جانباز سپاہی کی حیثیت سے شمشیر بکف دشمنوں کی صفوں کو خاک و خون میں ملا سکتے تھے جیسا کہ حضرت علیؑ میں یہ دونوں صفات بدرجہ اتم موجود تھیں جن کے سوائے کسی اور کو تاریخ پیش نہیں کر سکتی ۔"

(ب) یہ علیؑ ہی ہیں جن کے علم و ادب کے بحر ناپیدا کنار کے احاطہ کا امکان نہیں اس کا اعتراف صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ غیر مسلم ارباب فضل و دانش بھی کرتے ہیں چنانچہ مستشرق انکیری لکھتا ہے کہ "قاہرہ دمشق استنبول اور یورپ کے تمام کتب خانوں میں ایسے بے شمار مخطوطات موجود ہیں جو علیؑ کی تصنیفات بتلائی جاتی ہیں۔ یہ کتابیں مواعظ تاریخ اشعار خطب قانونی موشگافیوں، قضایا اور تحقیقات علوم الہیہ پر مشتمل ہیں۔ یہ علمی و ادبی آثار جن کی نسبت بلا اختلاف علیؑ کی طرف ہے۔ دنیا میں نفیس ترین گنجینہ علم و ادب کو پیش کرتی ہیں۔ علی کی تقریروں اور خطبوں میں یا وہ گوئی فضول لفاظی یا لفظوں کی بھرتی نہیں پائی جاتی وہ جواہر تراش اور مرصع نگار کی طرح الفاظ کے نگینے جڑتے تھے۔ آپ کے مختصر اور موجز جملے سننے والے کو خستہ نہیں کرتے۔ باتفاق آراء علیؑ قرن اول کے فصیح ترین و بلیغ ترین خطیب تھے۔ صرف یہی نہیں بلکہ علیؑ کے حکیمانہ اقوال و امثال آپ کی بے ہمتائی کا ثبوت ہیں۔۔ تاریخ قضاء و انفصال مقدمات میں علیؑ نے ایک نیا دور پیدا کیا۔ اپنی خلافت کے زمانے میں عسکری و سیاسی مصروفیتوں کے باوجود محکمہ دادگستری یعنی COURT OF JUDIEATURE کو آپ نے براہ راست اپنے ہاتھ میں رکھا۔ محکمۂ قانون اور عدالتوں کی بنیاد سب سے پہلے آپ ہی نے رکھی۔ خلیفہ چہارم کے یادگار فیصلے اس قابل ہیں کہ ان کا شمار تاریخ کے محاکمات بزرگ میں کیا جائے۔ عالم اسلام میں حضرت علیؑ کی حکومت سے پہلے قانون مدون صورت میں باضابطہ وجود نہیں رکھتا تھا۔ علیؑ ہی کی حکومت میں

علم فقہ مدون قانون کی حیثیت سے وجود میں آیا۔عالم مشرق میں علیؑ ہی کی پہلی ذات ہے جس نے فیصلہ کے موقع پر گواہوں کو ایک دوسرے سے علیحدہ کر کے شہادت لینے کا طریقہ جاری کیا۔

(شہسوار اسلام)

(۲) چیف جسٹس پولاس سلاما

(۱) بیروت ہائیکورٹ کے چیف جسٹس اور مشہور مسیحی ادیب و شاعر PAULAS SALAMA اپنے ادل ملحمہ عربیہ عید الغدیر میں لکھتا ہے کہ:۔

نہج البلاغہ مشہور ترین کتاب ہے جس سے امام علیہ السلام کی معرفت حاصل ہوتی ہے سوائے قرآن مجید کے کوئی کتاب بلاغت اور قدر و قیمت میں، نہج البلاغہ کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔

(عید الغدیر ص۲ مطبوعہ بیروت)

(۳) فلسفی جبران خلیل لبنانی

عربی دنیا کا مشہور مسیحی مفکر ادیب و فلسفی جبران خلیل لبنان میں ۱۸۸۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۹۳۱ء میں امریکہ میں فوت ہوا۔ نہج البلاغہ سے متاثر ہو کر لکھتا ہے کہ:

(۱) "علیؑ ابن ابی طالب سب سے پہلے عرب ہیں جن میں روح اعظم پائی جاتی ہے اور سب سے پہلے عرب ہیں جن کے ذہن سے ایسے پاکیزہ روحانی نغمے سنے گئے جو ان سے پہلے عربوں نے کسی سے نہ سنا تھا۔ ان نغمات کو سن کر عرب اپنی بلاغت کی شاہراہوں اور اپنی ماضی کی تاریکیوں میں سرگشتہ و حیران ہو گئے اگر کوئی شخص حضرت کی فصاحت و بلاغت سے متحیر ہو جائے تو اس کی یہ حیرانی ایک فطری بات ہوگی۔ اگر کوئی شخص آپ کی بلاغت سے متحیر ہو جائے تو اس کی یہ حیرانی ایک فطری بات ہوگی۔ اگر کوئی شخص آپ کی بلاغت سے خصومت کرے تو ایسا شخص دراصل جاہلیت کی اولاد ہوگا۔

(ملحمہ عربیہ عید الغدیر ص۲۲ بیروت)

(ب) مسیحی ادیب پاؤلاس سلاما اپنی کتاب عید الغدیر کے مقدمہ میں لکھتا ہے کہ:۔

"علیؑ ابن ابی طالب کا ذکر عیسائی اپنی مجالس میں کرتے اور آپ کے علم و حکمت سے مستفید ہوتے ہیں اور آپ کے تقویٰ و پرہیزگاری کے سامنے تعظیماً جھک جاتے ہیں زاہد اپنے عبادت خانوں میں آپ کے زہد و عبادت کا تصور کر کے اپنے زہد و عبادت کو تقویت پہونچاتے ہیں۔ مفکر و فلسفی اور خطیب کے لئے بس اس قدر کہنا کافی ہے کہ اس کوہ خطابت کے نیچے کھڑا ہو کر بلندی کی طرف نظر کرے اور چشمۂ خطابت کی روانی سے سیراب ہو

کہ طلیق اللسان خطیب بن جائے۔ (المجمہ عربیہ عبدالغدیر ص۲۷ بیروت)

مسلم علماء کا اعتراف :۔

(۱) عبدالحمید بن یحییٰ کہتے ہیں کہ حضرت کے بے مثل و بے نظیر خطبوں سے میں نے ستر خطبے یاد کئے تو اس سے مجھے اس قدر فیض پہونچا کہ بیان نہیں کر سکتا۔ (شرح ابن ابی الحدید ج ۱۔ مصر)

(۲) مشہور خطیب عبدالحمید بن یحییٰ (م ۱۳۲ھ) نے لکھا ہے کہ حضرت علیؑ کے کلام کو حفظ کرنے سے میں ایک باکمال ادیب بلیغ بن گیا۔ (کتاب الوزراء)

(۳) مورخ ابن خلکان لکھتا ہے کہ ابن نباتہ علوم ادب کا امام تھا۔ اس نے خطابت کا وہ بلند درجہ پایا تھا کہ کوئی شخص اس کے برابر نہ تھا (وفیات الاعیان ج ۱ ص ۲۸۳ مصر) اور ابن نباتہ لکھتا ہے کہ میں نے خطابت کا وہ خزانہ محفوظ کیا ہے جو صرف کرنے سے بڑھتا ہی جائے گا۔ مجھے یہ خزانہ حضرت علیؑ ابن ابی طالب کے مواعظ سے ایک سو فصلیں یاد کرنے پر حاصل ہوا۔ (شرح ابن الحدید ج ۱)

(۴) علامہ ابن الحدید لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ کے جتنے خطبے اور کلمات مدون ہوئے ارباب صحافت و صحابہ میں کسی صحابی کا کلام اس کا بیسواں حصہ بھی نہیں ہے۔

(۵) علامہ شیخ کمال الدین محمد بن طلحہ شافعی (م ۶۵۲ھ) مطالب المسئول میں لکھتے ہیں کہ علم بلاغت و فصاحت میں امیر المومنین امام ہیں آپ کو اس میدان میں اتنی سبقت حاصل ہے کہ کوئی اور آپ کی گرد راہ تک بھی نہیں پہونچ سکتا..... نہج البلاغہ کے انواع خطب، مواعظ و اوامر و نواہی پر مشتمل ہیں جن سے فصاحت و بلاغت کی روشنی نکلتی ہے اور معانی و بیان کے چشمے پھوٹتے ہیں۔

(۶) علامہ سید محمود شکری حنفی اپنی کتاب بلوغ الادب ج ۳ ص ۱۷۹ پر لکھتے ہیں کہ "یہ خطبے ایسے حکم و اسرار پر مشتمل ہیں جو دنیا و آخرت کی نیکی کا سبب ہیں اللہ تعالیٰ کی رضا سے قریب کرتے ہیں اور اس کے عذاب سے دور رکھتے ہیں۔

کتاب نہج البلاغہ ان ہی خطبوں پر مشتمل ہے جو حضرت علی علیہ السلام کا کلام ہے۔ یہ کیا ہے؟ نور کلام الٰہی سے دہکتا ہے ایک روشن انگارہ اور ایک خورشید جہاں تاب جو فصاحت گفتار نبویؐ کی ضو سے منور و روشن ہے۔

(۷) علامہ جاحظ جیسا ناقد اپنے رسالہ فضل ہاشم میں لکھتا ہے فقہ تنزیل و تاویل قرآن کا علم، مستحکم دلائل، فصاحت و طلاقت لسانی اور طولانی خطبوں کے ارشاد فرمانے میں کون ہے جو حضرت علیؑ ابن ابی طالب کا مقابلہ کر سکتا ہے۔